

پندر روزہ لکھنؤ

تعمیر حیات

شعبہ تعمیر و ترقی دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

چند لکھنؤ (بجری ٹیک) ۱۳ روپے

جلد ۱۰ - ۱۰ رجب ۱۳۸۶ مطابق ۲۵ اکتوبر ۱۹۶۷ء شام ۳

اس کے شمارے میں

صفحہ	مضمون نگار	عنوان
۲-۱	ایڈیٹر	اداریہ
۵-۳-۳	مولانا سید ابوالحسن علی ندوی	عرب صاحب
۸-۷-۶	مولانا عبداللہ عباس ندوی	چند دن صحرائے عرب میں
۹		ایک قابل توجہ مسئلہ
۱۰	حبیب الحق ندوی	طلعت کدہ یورپ میں اعلانِ حق
۱۱	محمد نعیم صدیقی	انخوان اور مصری حکومت
۱۲-۱۳	حبیب الرحمن ندوی	مسراج کی رات
۱۴	مولانا حکیم سید فخر الدین خیالی	دوست گئی شوق
۱۵	انگور شائق رحیم آبادی ندوی	منکر و فن
۱۶	ایضال غفلی ندوی	سید قطب سے ایک ملاقات

پرنٹر پبلشر ایڈیٹر سید محمد الحسن نے شاہی پریس آف انڈیا لکھنؤ میں چھپوا کر دفتر تعمیر حیات شعبہ تعمیر و ترقی دارالعلوم ندوۃ العلماء بادشاہ باغ لکھنؤ سے طبع کیا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نئے مستقبل کی طرف

سید محمد آصفی

اس وقت مسلمان جس چیز کے سبب زیادہ متاثر ہیں وہ ہے انما اور میں خیر کے سبب زیادہ شکار ہیں وہ ہے انتشار! اس سے زیادہ انہیں ناک اور خطرناک بات یہ ہے کہ وہ اس کے لئے کوئی سجدہ کو پیش نہیں کر رہے ہیں ان کو اس انتشار کے مضمرات کا یا تو پوری طرح احساس نہیں ہے یا اعراض و مفادات نے ان کو اپنا پیشہ و نقصان چھپانے سے بھی منہ ڈر کر دیا ہے۔ ۱۹۰ سال کے تجربات کے بعد اب وہ اپنے سفر کے ایک ایسے موڑ پر ہیں جہاں ان کی وحدت ان کو ایک نئی زندگی شے کھتی تھی اور ان کی وہ مشاعرہ گمشدہ دوبارہ واپس لے سکتی تھی جو راز کے انقلابات اور ان کی ناقص اور غفلت و سستی کی وجہ سے ان کے ہاتھ سے نکل گیا ہے، لیکن گذشتہ برسوں کے سخت سے سخت جھٹکوں نے بھی ابھی ان کے خواب غفلت کو درہم برہم نہیں کیا، اب بھی ان کی روح بیچین اور دماغ منکر نہیں ہے، اب بھی ان آنکھوں میں وہ چمک نظر نہیں آتی جو کسی بڑے کام پر جانے والے اور نئے مستقبل کی تعمیر کرنے والے کی آنکھوں میں ہوتی ہے، اب بھی وہ آسائش پسند مصلحت پرست، موبہوم اندیشوں سے خائف اور ہر قسم کے حالات پر تکان و مطمئن نظر آتے ہیں، ابھی بھی کوئی کونہیں سے اٹھتی اور سمندر کی پرسکون سطح پر تھوڑی دیر کے لئے توجہ پیدا کر دیتی ہے اور ابھی بھی کوئی دیکھتا ہے کہ ابھی ابھی کمال دیتا ہے اور ان کے سکون کو درہم برہم کر دیتا ہے، لیکن جو غمناک طور پر ابھی ابھی پرسکون اور عاقبت پسند زندگی کے عادی ہیں جو ہر کشمکش سے عاری ہوتے ہیں، جہاں حق و ناحق، ظلم و انصاف، جائز و ناجائز اور صحیح و غلط میں کوئی تیز نہیں ہوتی، جہاں ہر چیز کو صرف اپنی آسائش اور اپنے گھر والوں کی آسائش اور خوشحالی کے محدود اور خود غرضانہ پیمانے سے ناپا جاتا ہے، اور زندگی کا مقصد صرف یہ سمجھا جاتا ہے کہ لڑکے اور لڑکیاں آرام سے زندگی گزاریں، اچھی سے اچھی تعلیم حاصل کریں اور اونچے عہدوں پر فائز ہوں اور ان کی بڑے خوشحال گھرانوں میں شادی ہو، اور وہ سوسائٹی میں سوشل اور انٹرن اکیڈمی، اور دنیا میں ماں باپ کا نام روشن کریں، یہ زندگی کے وہ حیرت منگواہد ہیں جنہوں نے لاشعور کا طور پر پوری ملت مسلمہ کے گرد ایک ایسا جال بن دیا ہے جس میں اچھے اچھے دین دار گھرانے گرفتار ہیں، اگر یہ مقاصد ان کو حاصل ہیں تو مسلمانوں کے کسی مسئلے سے ان کو کوئی دلچسپی نہیں ہوتی اس لئے کہ ان کے نزدیک اصل مسئلہ حل ہو چکا ہوتا ہے، اس کے علاوہ جتنے مسائل بھی ہیں، وہ ان کو محض خیالی اور فرضی مصلوم ہوتے ہیں، مسلمان بچوں کی تعلیم کا مسئلہ ہو یا لڑکیوں کی تعلیم و تربیت کا سوال ہو، مسلمانوں کے علمی مسائل ہوں یا ان کی تہذیب و ثقافت اور ان کی زبان کی حفاظت کا مسئلہ ہو، پرنسپل لاکھنؤ کے مسائل، اوقات اور قصبات کی بات ہو، ان کے آپس کے اختلافات کو ختم کرنے کا ذکر ہو یا ان کو ایک مقدمہ پلٹ فارم پر لانے کا، اس ساری کے دلدادہ اور ان مقاصد کے پرستار اس میں کوئی کشش اور اہمیت محسوس نہیں کرتے، بار بار کی تلقین و تبلیغ اور جھوٹے کے بعد بھی ان کے اندر وہ جذبہ پیدا نہیں ہوتا جو ان اہم اور بنیادی مسائل سے عہدہ برآ ہونے کے لئے ضروری ہے۔ بلکہ بسن اوقات تاڑنے

ناوک فری مسئلہ کے لئے ایک آدمی ایسا ملنا مشکل ہوگا ہے جو اس کو فنی ذمہ داری یا اس کی معمولی احانت قبول کرے ،

سرمایہ دار طبقہ کا یہ حال ہے کہ وہ ان مسائل کو اس طرح سنتا ہے جیسے وہ مریخ کے باشندوں کی باتیں ہو ، اس دنیا سے ان کو کوئی تعلق نہ ہو ، وہ اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ ان کا بچہ کیا بڑھ کر آ رہا ہے ، وہ اپنے بچے کی سیرت ، دین کے بنیادی اور اسلام کی قیامیات سے کسی طرح بیگانہ ہو رہا ہے اور ہندو مت یا لاجی اور اس کے لفظی و تعبیریات بے تکلف اس کی زبان پر آتے لگتی ہیں ، وہ اردو بھول رہا ہے اور سارا کام ہندی میں کرنے لگا ہے ، اس سے کبھی کبھی وہ مذہبی باتیں بھی سرزد ہونے لگی ہیں ، جو اس کو ان دوسریات میں روزانہ پڑھانی جاتی ہیں اور ماہوں سے اس کے دل و دماغ میں اتاری جا رہی ہیں وہ دیکھتے ہیں کہ ان کی لڑکی کا بٹن میں وہ سب کچھ پڑھتی اور سیکھتی ہے جس کا مذہب اخلاق سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا اور گھر اگر اس کی مشق اور سیر پر لگتی ہے ، وہ تمام نامناسب تقریروں میں شریک ہوتی ہے اور شرم و حیا اور دین و اخلاق کے تمام تقاضوں کو بھول کر رنڈ رنڈ وہ سارے طور و طریق اختیار کر لیتی ہے جو دوسرے آزاد یا غیر مسلم لڑکیوں سے ہیں ، وہ اپنے باپ کے سامنے اس لباس میں آتی ہے جس لباس میں اس کو اپنی بہن کے پاس بھیجنا چاہیے ، بلکہ یوں اوقات نفس و موسیقی کی پارٹیوں میں شریک ہوتی ہے اور اپنے والدین کو خیر پینے چھینے سنانی ہے۔

وہ سب دیکھتے ہیں سنتے ہیں ، سمجھتے ہیں لیکن زندگی کا وہ محدود تصور اور آرائش طلبی اور عاقبت پسندی بے چینی اور بے خدا مال کے سوچ و اثرات سے وہ اپنے اندر ان تمام چیزوں کے خلاف نفرت ، رنج اور ندامت کا کوئی بذر نہیں نہیں کرتے ،

یہ وہ ذوق اور وہ سیرا ہے جس کے سامنے ہر قسم کے عقائد و نصیحت ، اور ہر قسم کی تنقید اور شہرت زانی ناکام ہو جاتی ہے ،

جانتا ہے کہ مسلمانوں کو اب اپنے اختلافات ختم کیے ایک پلیٹ فارم پر آ جانا چاہیے ، ان کی ایک معینہ طور پر آواز ہوئی چاہیے ، اور ملک کے نظم و نسق اور تعمیر و ترقی میں ان کو آگے بڑھ کر مدد لینا چاہیے اور ہر قسم کے حالات سگڑ باز کرنے کا نقطہ نظر بہت سے لئے ترک کر دینا چاہیے تو اس کو سیاسی کرب بازی اور سیاسی لغزش سے توجیہ کیا جاتا ہے ،

اگر ان سے کہا جاتا ہے کہ فلاں مفید کام میں اپنا سرمایہ لگاؤ ، فلاں جگہ ، جیوں کا لڑائیوں کا اسکول کھل رہا ہے ، فلاں دینی مدرسہ ہے اس میں سبھی کچھ سرمایہ لگا دو ، اور نئی نئی کے ذہنی مستقبل کی حفاظت کے لئے جو ٹی ٹی سی جی کو کشمیشیں پوری ہیں اس میں اپنا حصہ بھی شامل کرو ، تو اس کو چندہ بازی کہا جاتا ہے۔

مگر یہ کہا جاتا ہے کہ مسلمانوں کی اہم سے اہم چیزیں بھی ہندی اور انگریزی اخبارات شائع نہیں کرتے ، بڑے سے بڑا واقعہ ان کے سر سے گذر جاتا ہے اور ملک کی اکثریت اور عالمی پریس کو اس کی پوری خبریں نہیں لگتی ، اس کیلئے طاقتور اور موثر پریس ہونا چاہیے جو ہمارے صحیح بیانیہ سے ملک کو روشناس کرے ، اور ان کے سامنے مفروضات کے بجائے حقائق پیش کرے اور مسلمانوں میں اتحاد و ہم آہنگی و یک رنگی کی فضا پیدا کرے تو اس کو اپنی پارٹی کو سر بلند کرنے اور اپنا نام اونچا رکھنے کی کوششیں سمجھا جاتا ہے۔

لیکن کیا ان کے یہ تاثرات و مفروضات صحیح ہیں؟ بات دراصل یہ ہے کہ اس طرز فکر اور طرز زندگی اور اس ذوق خود پرستی و عاقبت پسندی ، و مصلحت پرستی ، اور اس بے بسی و کم نظری کے بعد جس کی کچھ تصور پرستوں ہالا میں پیش کی گئی ہے ، حطرہ مول لینے ، بلکہ حطرہ کا اندیشہ بھی دل میں لائے اور اختیار و شہرت بانی سے کام لینے کی کوئی گنجائش نکل ہی نہیں سکتی ، اگر دل کی یہ بڑی ہی سرد ہے تو خارجی کوششوں سے اس کو کہاں تک گرم رکھا جائے گا؟

بڑے بڑے دل اور گرم در وہ ان خوں کی قائم مقامی کیا اور چیز سے نہیں چسکتی جب تک احساسِ یگانہ ہم مسلمانوں پر اس طرز سے غالب نہ ہو گا کہ ہمارے کھانے پینے کی لذت میں گمان آ جائے ، ہمارے زندگی کے خود ساختہ پیمانوں اور خود تراشیدہ تہوں کو کاری حشر لگے ، ہماری غیرت و محبت کا زخم ہمیشہ ہرار ہے ، اس وقت تک کسی نئے مستقبل کی طرف پیش قدمی کی کوئی امید نہیں کی جاسکتی ، اس کے لئے ہمیں تیروں ، جس انداز نظر ، جس طرز فکر ، اور جس ذوق باویہ پائی اور جس اختیار پائی کا مشکل حل کی ضرورت ہے ، اس کے لئے ہمیں عزم و حوصلہ جس قربانی و مجاہدہ اور زندگی کی جس کشمکش کی ضرورت ہے وہ ہماری موجودہ زندگی سے اسی بہت بلند و بہت بعید ہے ، اسی ہم اس کے حریف تہی سے بھی نام آشنا ہیں۔

لیکن کیا اس عظیم امت کے لئے جو ساری انسانیت کی رہنمائی اور پوری کائنات کے احتساب کے لئے وجود میں آئی ہو ، یہ انسانک صورت حال قابل ممانی ہے۔

نئے مستقبل کی طرف اپنے گریز پاسفر کے لئے اس کو پہلے بہت سے خارز لیلوں اور ہر گداز بیانیوں سے گذرنا ہے اور بہت سے اہم مرحلے طے کرنا ہے ، ایک کالیشن بہت بلند اور اس کی منزل بہت دور ہے اور اسی لحاظ سے اس کی ذمہ داریاں و قربانیاں اور اس کے شرائط و مطالبات بھی بہت زیادہ اور سخت ہیں ، اور پھر اس اعتبار سے اس کا انجام بھی سب سے زیادہ اور بیش قیمت ہے۔

.....

ہے وہی تیرے زمانہ کا انام برحق ، جو تجھے حاضر و موجود سے بیزاد کرے موت کے آئینہ میں تجھ کو دکھا کر خست ، زندگی اور سبھی تیرے لئے دشوار کرے ہے کے احساس نیاں تیرا ہو گرامے ، فقر کی سان پڑھا کر تجھے تلوار کرے

”قسط دوم“

عربی

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

ادب کی متوسط کتابوں کے ختم ہونے کے بعد عرب ماہی پر ان کا ذہنی ذوق غالب آیا ، اور انہوں نے قرآن شریف کا وہ حصہ پڑھنا شروع کیا جس کا مرکزی مضمون توحید ہے ، اور جس میں سب سے زیادہ قوت و دفعات کے ساتھ اس عقیدہ کی تلقین کی گئی ہے ، چنانچہ ”سورہ زمر“ اور اس کے بعد کی چند سورتیں پڑھیں ، اسی کے ساتھ صحیح مسلم میں سے ان کو نیا نیا حسابیت تھی ، کتاب لغزازی ، پڑھانی شروع کی ، کہ یہ بھی ان کا خصوصی ذوق تھا ، ان دو سبقوں کے علاوہ صبح سے شام تک عربی ادب ہی کی کتابیں تھیں ، لیکن تمام تر نشہ و ہیالے تکلف اور نظری طریقہ آدا ، اور علمی نشہ کی چیز ہے۔

اور تاہم وہ جب میں نظم میں حاضر ، لاجئہ العسب للشنفری ، قصیدتاً بآنت سعاد ، اور ابو العلاء المحوری کا دیوان ”سقط الزند“ پڑھا ، اسی کے ساتھ ، تو یقیناً دیاب کا کہا ہوا خلاصہ تاریخ و آداب اللغۃ العربیہ۔

عرب صاحب بیخ ابلاغ کے بڑے قائل تھے ، لیکن وہ صحت کے (مخلوط) تکلف کے عقد میں حقیقتاً نقض اور الحاق کا کثرت ہے ، حطرہ عربی زبان کے اسالیب اور نشہ نما راہب عالی کا علمی نوز ہے ، مقالات تحریری اگرچہ ان کی پسندیدہ کتابوں میں نہیں تھی اور وہ اس کے مقفی ، اور پر تکلف اسلوب کو پسند نہیں کرتے تھے لیکن درحقیقت لغوی ضرورت سے انہوں نے غالباً ، مقالات اس کے بھی پڑھے اس زمانہ میں وہ اس کی ناضل شرح شرح شریفی کے مطالق کا خاص طور پر توجہ کرتے تھے ، اس کے ساتھ وہ امام عبد القاصر حرجانی کے ذوق عربیت ، نقد کن ، اور نکتہ آفرینی کے نمونہ شہد اور عاشق تھے ، اور نہ بھر بھر اس کی تزیین کرتے تھے ، دلائل الاحسان ، ان کی نہایت محبوب کتاب تھی ، اور وہ اس کے پڑھنے کا متن ادا کرتے تھے ، جس شرح مصنف کو سرد آتا ، ان کو بھی دہرا جانا ، اور وہ مجوم مجوم کر اس کو پڑھتے اور دیر تک اس کا مزہ لیتے رہتے ، شہر میں بوجہ

وہ کسی تعلیمی کمیٹی میں شرکت کے لئے علیحدہ وغیرہ گئے ہیں اور اپنی سب کے وقت سے کچھ بیٹے پڑھتے ہیں ، ہم لوگوں کو اطمینان تھا کہ آج سبق نہیں پڑھا ، کہ اچانک ان کی بلند آواز کا فون میں پڑی اور ہم لوگوں کی گلیاں بونی ، اندازہ ہوتا تھا کہ سبق ان کی روٹ کا خدا کی گلی ہے اور اس کے بغیر ان ان کو چین نہیں۔

وہ نسبتاً سبب تھے ، غالباً حضرت سعد بن عمار کی دوسری تہری پشت کے جسے جو مدینہ سے منسقل ہوئی ہوگی ، ان کا خاندان برابر میں میں سکونت پذیر رہا ، اہل میں کے شہنشاہ سے ہے انسان (رومی ذہن) کی زبان نے یہ شہادت دیا ، کہ وہ کہتے ان کے خیم میں رحمت ان کے مزاج میں داخل ہے ، اور ایمان ان کا طرہ امتیاز ہے اتا کہ اهل الیمن ارتقا نشد ، والیمن ہست لولیا ، الا یمنان یمنان ، والفقہ یمنان والحقمۃ یمنانیۃ۔

راقر کو اس سرزمین رنگ و بو کی زیارت کی سعادت حاصل نہیں ہوئی ، اور اب تو سنہ جون مصر کی نامی مند اور امانیت نے اس کو خاک و خون کا شہر بنا دیا ہے لیکن اپنے محبوب و صحن استاد کو دیکھ کر جن کا خیمہ اس خاک پاک سے تیار ہوا تھا ، ارشاد ہوئی کہ پوری پوری تصدیق ہوئی ، قرآن مجید پڑھنے میں ان کا زلال انداز تھا ، پرکینت پرورد و لکھنؤ میں آویز ، ہم لوگوں کو حشر ہر جہی تھی ، کہ وہ اپنے اسی یمنی لہجہ میں ایک روک سا پورا پڑھ دی ، پڑھا حشر کیا ، کہ گریہ کا طوفان اٹھا آیا ، آنکھیں اٹک ، اور آواز گلگولہ ہو گئی ، اس وقت ان کی زبان حال خواہ میر درد کا یہ شعر پڑھتی۔

کوئی جا کر کے کہدے ابرئیاں کہ یوں برسے کہ جیسے مین برسے ہمارے دیدہ ترے ہے یا نہیں ، کہ مالک علی کا پرانا مسجد میں (جو مسجد فوزی کے نام سے مشہور ہے ، اور جس کے عرب ماہب امام تھے) انہوں نے فجر کی نماز میں سورہ مشرک کی پورا پور کر رکھی ، ذب آئی ، ہوا ، انہوں نے خودیہ ، قرآنی لکھنؤ کے مین ستار و گل اور اعلیٰ تلمیذات حضرت نے (جس میں سے سب یا اکثر عرب مسلم تھے) ایک اجس بنائی تھی ، جس میں دنیا کے مختلف مذاہب کے اخلاقی حلقہ کا نمونہ پیش کیا جانا ، انہوں نے ایک مرتبہ عرب صاحب کو بھی دعوت دی ، کہ وہ اس مقام کی حلقہ کا کوئی نمونہ پیش کریں ، عرب صاحب نے سورۃ الفجر قان کا آواز رکھا ، ”وعباد الرحمن الذین یمشون علی الارض ہوناً ، بڑے خاص عربی طرز کے ساتھ پڑھا۔“

چند دن صحابہ کے عہد میں

مولانا عبداللہ عباس ندوی

حجاز کا وہ علاقہ جو طائف سے جنوب کی طرف تین سو کلومیٹر تک پھیلا ہوا ہے حجاز کہا جاتا ہے جس طرح صوبہ بہار میں ایک نضب کا نام بہا ہے، اسی طرح حجاز، حجاز کے ایک علاقہ کا نام ہے۔ اس علاقہ کے مشہور قبائل زہران، غادہ، دوس، عقیق اور مکآن ہیں، ان میں زہران سب سے بڑا قبیلہ ہے جس کے سوسے زیادہ بطنوں ہیں اور ہر بطن کی بیسیوں شاخیں (انخازن) ہیں۔ طائف جو سرگ نجران کو جاتی ہے اس کا وسط میں جیشہ واقع ہے اور جیشہ اور طائف کے وسط میں بلاد غادہ زہران پڑتے ہیں۔

یہ خاص عربوں کا وطن ہے، سمندر کی سطح سے ۸۰۰ سو فٹ بلند ہے، بعض مقامات میں اس فٹ بلند ہیں، اسی لئے ہمیشہ سردی رہتی ہے، عمومی موسم سردی اور خشک کا ہے، دس سال پہلے تک یہاں کچی سرگ بھی نہیں تھی صرف اونٹوں یا خچروں کے ذریعہ لوگ آ جا سکتے تھے، ایک پہاڑی سے اترتے تو دوسری پہاڑی پر چڑھ جاتے، دادیاں بہت کم ہیں اور اگر ہیں تو بہت مختصر اور تنگ، جہاں دادیاں دیکھتے ہیں وہاں آبادیاں ہیں اور زرعتیں ہیں اور وہاں یہاں کی بستیاں ہیں، زراعت کا دار و مدار بارش پر ہے، کوئی تہ نہیں ہے، کنوئیں بہت کم ہیں اور جو ہیں ان کی گہرائی ۵ فٹ سے ۱۵ فٹ تک بتائی جاتی ہے، ایک کنوئیں پر پچاس سے ساٹھ ہزار ریال تک صرف ہوتے ہیں، کیونکہ یہاں مٹی نہیں ہے جس کی کھدائی آسان ہو، پتھر کا ٹن پڑتے ہیں، کوہ کنی و انعامیٹ کے ذریعہ

ملے وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے جو اپنی کنیت سے پیٹھ جبار السنن بن مخرالدوس کے نام سے معروف تھے، رضی اللہ عنہما، ان نام قبائل کا نام حدیثوں میں آتا ہے۔

آسان ہے مگر ایک وقت میں دو فٹ سے زیادہ سپر نہیں لگتے ہیں پہاڑوں میں اور سہل "ہموار زمین" زیادہ ہے، نجران سے طائف تک مسافت ۴۰۰ کلومیٹر ہے جس میں صرف ۱۰۰ کلومیٹر تک اس سال نجران تک پہنچا ہے، باقی راستے کچے، ناہموار اور سنگلاخ ہیں آپ کی موٹر چکولے کھاتی ہوئی جب کسی پہاڑی سے اتر رہی ہوگی تو آپ کو دو سر پہاڑوں پر وہ سر زمین نظر آئیں گی جن سے آپ کی گاڑی گزرے گی یعنی بل کھاتے ہوئے سانپ کی طرح ایک دھاری سانپ کے متد پہاڑوں پر نظر آئے گی اور صوبہ بھوڑ اور رخ و خض کا یہ سلسلہ ختم ہونے کو نہیں آئے گا۔

میں یہاں پہلی بار آیا ہوں، مگر بڑا اچھا ہوا کہ اس علاقہ کو دیکھ لیا، گویا عربوں کو پہلی بار دیکھا عربین کے شہروں یا عہدہ میں ۹۹ فیصدی ہاجرین اور ان کی اولادیں ہیں، اخلاط الامم کی وجہ سے اصل بطن کی تمیز مشکل ہو جاتی ہے، افزائہ وایشیہ کے وہ ممالک جن کو اسلام لانے کے صدقہ میں "عربی عرب" ہونیکا فخر حاصل ہوا جیسے مصر و شام وہ کئی پشت پہلے عرب سے عرب ہو چکے، صرف یہ پانچ ماہہ غریب اور ناخواندہ قوم اپنے لب اور خون کے لحاظ سے، اسلام کے ساتھ فداوری کے لحاظ سے، ذہانت، بلند عقلی، غیرت و شہادت کے لحاظ سے صحیح معنوں میں عرب ہے، یہی وہ قبیعی عرب ہیں جن کے مفردات پر بادشاہیں سوار کرتی ہیں، مختلف قوموں کے ملے جلے خون رکھنے والی نسلیں ان کے نام کا لہر لگاتی ہیں اور اپنی دوکان سیاست سجاتی ہیں، لوگ بتاتے ہیں کہ ان کی حالت پندرہ برس پہلے کی نسبت بدتر ہے، جگ جگ مدارس ہیں شفاخانے ہیں حکومتیں ہیں کوکھاد اور سنے آلات زراعت دیتی ہے، کنوئیں بنا دیے گئے ہیں، مواصلات کی سہولت

بڑھ رہی ہے مگر اس بہتر حالت کو بھی دیکھ کر ترس آتا ہے کہ یہ ریشم قبا خواجہ از محنت اوست نصیب تنش جا منہ تار تار سے یہاں یہ تو قیغ نہیں ہے کہ "از محنت او" متوان علاقوں کو کھول رہا ہے لیکن یہ سو فیصدی میگے ہے کہ ان کے نام پر ان کے صدقہ میں اور ان کی بدولت لوگ داد عیش دے رہے ہیں۔

یہ قوم بڑی جفاکش اور صابر ہے دینا اس کے رنگ و لہنتہ میں رچا ہوا ہے آپ اس سے ہر خیر کا سودا کر سکتے ہیں، سوائے دین اور غیرت و ناموس کے جو یہ قوم کسی حال میں فروخت نہیں کر سکتی، یہ دو چیزیں ان کے یہاں "کایعار و کایبیاع" کا حکم رکھتی ہیں، یہ جاہل ہیں مگر ان کا فیروزہ ہے بیٹلس میں مگر دل غنی ہے، تمدن کے لحاظ سے پسماندہ ہیں، مگر اپنی ایمانی طاقت کے لحاظ سے سب سے آگے اور متقدم ہیں۔

آپ نے عربوں کی سخاوت، جہان نوازی، غیرت اور حیا و شرم کے بارے میں جو تاریخ میں پڑھا ہے آج بھی ان کے اندر جو ہر دیکھ سکتے ہیں مگر آج ہی دیکھ سکتے ہیں کئی نہیں، کیونکہ مواصلات کی سہولت، سڑکوں کی پختگی، ہوائی اڈوں کی تعمیر اور موجودہ دنیا قیلم سے جو "نسل" کل "تیار ہوگی وہ آج سے بہت مختلف ہوگی، یہ کوئی پیش بینی یا پیش گوئی نہیں ہے بلکہ جس طرح دو اور دو کا مجموعہ چار بتایا جا سکتا ہے اسی طرح مادی تمدن، ناخداڑس نصاب تعلیم اور کورڈل اساتذہ کی تربیت کا نتیجہ معلوم ہے۔

لیسے لور قعتمہا کاذبہ۔ میں یہاں لسانی تحقیقات (Linguistic Investigation) کے سلسلہ میں پندرہ روز رہا، تقریباً بارہ مواصلات کا دورہ کیا، یہاں کے ہفتہ داری بازار دیکھے، ان کے چوپایوں میں گیا، مزارعین سے ان کے کھیتوں میں جا کر ملا، اونٹ اور بھیڑ پرانے دانوں سے ان کی دادیوں میں ملا، مگر کسی کو کسی حال میں بھی ناز سے غافل نہیں پایا، ہر نماز اول وقت میں اور جماعت کی پابندی کے ساتھ، ایک موقع مندرجہ پوچھا تو وہاں بازار کا دن تھا، بھیڑ بکریاں، اونٹ، کپڑے، عیشی عجم، انار، انگور، کھاد، چاندی کے زیور، زیتون کے تیل اور اسلحہ سب کچھ غیر منظم طریقہ پر موجود تھے جیسا کہ دیہاتی بازاروں میں ہر جگہ ہوتا ہے، ایک

ٹیلہ پر سے دیکھا تو بازار کی تنگ سڑک آدمیوں اور جانوروں سے بھری نظر آئی، سر ہمارے نظر آ رہے تھے اتنے میں نظر کی اذان ہوئی اور مجھے اس طرح آنا غانا چھٹ گیا جیسے سوائے سامان اور جانور کے یہاں کوئی بی آدم آباد ہی نہیں تھا، جدہ اور مکہ مکرمہ میں تو آپ کو نشا و نادر ہی کوئی عرب ایسا نظر آئے گا جس کے چہرے پر ہار بھی ہو، یہاں اس کے برعکس نشا و نادر، ڈھونڈنے پر شاید کوئی بلا دار بھی کے نظر آجائے اور اگر کوئی مل بھی گیا تو وہ مشہرے آیا ہوگا یا یہاں کسی سرکاری عہدہ پر بنا دلہ آیا ہوگا، عودت تو غیر بڑی چیز ہے، کسی کسٹن چکی کی ایک انگلی بھی ہے پر وہ کہیں نظر نہیں آئیگی اور یہ بات نہیں کہ عورتیں باہر نکلتی ہوں، وہ گھر کے کام و خدمتوں کے علاوہ مشکوں میں پانی سیر کر لاتی ہیں اپنے غروں کا ہاتھ بنانے کیلئے کھیتوں پر موجود، حتیٰ ہیں مگر گھسے پڑے کے ساتھ، کئی سال پہلے ایک مصری مدرس نے کسی عورت کی طرف بری نگاہ ڈالی تھی، اس کو اس عورت نے اپنے دیکھا بندوق سے ہلاک کر دیا تھا۔

بھرتی میں ایک غیر سرکاری مدرسہ کو دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ کلاسوں میں جا کر انداز تعلیم اور دفتر میں اگر نصاب تعلیم کو دیکھا، دینی مضامین کے ساتھ جغرافیہ، الجبرا، حساب، اور تاریخ کے مضامین بھی تھے اور اس کے ساتھ دو مضمون سننے بھی دیکھے، الرئی اور الفردوسیہ۔ (نشانہ بازی اور شہسوار) لوگوں نے بتایا کہ چھوٹے چھوٹے بچوں تک کا نشانہ بہت تیز ہے اور شہسواروں میں طلبہ کافی دلچسپی لیتے ہیں، میں نے درجہ پنجم کے ایک لڑکے سے پوچھا کہ تم ورزش کرتے ہو؟ اس نے اجماب میں جواب دیا، پوچھا فٹ بال کھیلتے ہو؟ اس نے کہا فٹ بال کے لئے ہمارے یہاں زمین موزوں نہیں ہے، دوسرے کھیل اچانک کا ہے، ہمارا کھیل فردوسیہ (شہسوار) ہے، اس جواب سے دل بہت خوش ہوا اور میں نے مدرسہ کو دل کھول کر داد دی۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ کسی کوردہ سے کوردہ علاقہ میں بھی آپ جا میں تو آپ کو کوئی نہ کوئی پڑھا لکھا ایسا آدمی مل جائے گا جو "السنادوی" کی نسبت سنتے ہی سوال کرے گا کہ آپ مولانا ابوالحسن علی ندوی کے خاندان سے ہیں؟ اب آپ چار پارچے منٹ مزید صرف کر کے بتائیے کہ قرابت مند نہیں بلکہ خادم و تلمیذ ہیں اور ندوی کی نسبت خاندان کی نہیں بلکہ مسلمی درسگاہ کی ہے پھر وہ آپ کو بتائے گا کہ اس نے مولانا کی کون کون سی کتابیں پڑھی ہیں اور ادھر ادھر سے

زبان کے لحاظ سے یہ علاقہ ایک امتیاز رکھتا ہے یہاں کی دارجہ (یا لہجہ) غوی زبان بہت قریب ہے اور بجا طور پر اس کو بعضی العالیات کہا جا سکتا ہے، جو لوگ زبان کے فلسفہ اور بولی جانے والی زبان کے متعلق تحقیقات اور ان کے نتائج سے آگاہ نہیں ہیں ان کو یہاں کی زبان میں بہت ستم نظر آئے گا، لیکن جو لوگ ان تعلق سے واقف ہیں ان کو یہاں کی زبان میں قدر امت اور صحت کے عناصر عربی کے تمام لہجات سے زیادہ ملیں گے، زبان میں غیر نظر آنیکا ایک سبب یہ بھی ہے کہ یہاں یہاں خود صرف کے بہت محدود قواعد کو عملی مشقوں کے ذریعہ سہا گیا ہے وہ قواعد اور ترکیبیں جو کوئی ندوی

ہوگا کہ کاش جیلے وقت کر یا طائف کے کسی مکتبہ سے مولانا کی نئی کتابوں کے کچھ نسخے خرید لے ہوتے تو کتنا بہتر رہتا، یہ ہوتا، جوان کو پیش کر سکتے تھے۔ عرب بددول کے علاقہ میں جا کر ایک چیز بہت ادبنا تک دیکھی کہ قرآن مجید کو صحت کے ساتھ پڑھنے کی اہمیت ان کے نزدیک اس درجہ میں نہیں ہے جس درجہ غیر عرب مسلمانوں میں ہے، یہ لوگ آزاد ہیں اعزاب کی پابندی نہیں کرتے اس سے بڑھ کر کچھ حروف کا اضافہ اور کئی بھی ان کے بیان اہمیت نہیں رکھتا، میں نے اس کو بہت سختی سے محسوس کیا اور اس کو ریکارڈ کر لیا تاکہ مکرر پوچھ کر شیخ عبدالملک بن ابراہیم اور رابطہ کے ذمہ داروں کو سناؤں گا۔

شہد و پاک کے مسلمانوں میں تبلیغی جماعت کے افراد تقریباً ایک ایک چپہ کا دورہ کر چکے ہیں اور لوگوں کے دلوں میں احترام ہے اور ذکر خیر سے لوگ یاد کرتے ہیں مگر وہ کوئی بائبل پڑھ کر پوچھتا ہے اس سے نموسم بدلتا ہے اور نہ زمین اچھی طرح تر ہونے پاتی ہے یہ مگھیں تو عربی فکر کرنے کی اور پائیدار کام کی طلبگار ہیں۔

اس دو تہے کے دورہ سے مجھے یہ فائدہ ہوا کہ عربوں کو دیکھ لیا، اس سے پہلے اگرچہ حجاز میں تقریباً دس سال رہا، مصر و شام عراق اردن کی مسیت کی اور ہر ملک کے پڑھے لکھے لوگوں نیز عوام و خواہ سے ملتا رہا، مگر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ عرب کو دیکھا تھا اہل عرب کو نہیں۔ اور اگر میں یورپ نہ جاتا تو مصلحت میں کوئی کمی نہیں رہتی، لیکن اگر یہاں نہ آتا تو یقیناً کمی رہ جاتی۔ کیونکہ یہاں کے حالات لوگوں کو معلوم نہیں ہیں، ان کی نشر و اشاعت نہیں ہوتی اور ان زادیوں کی لوگوں کی نگاہ میں اہمیت نہیں ہے جن پر میری نگاہ غفلت و محبت کیساتھ پڑتی ہے۔

زبان کے لحاظ سے یہ علاقہ ایک امتیاز رکھتا ہے یہاں کی دارجہ (یا لہجہ) غوی زبان بہت قریب ہے اور بجا طور پر اس کو بعضی العالیات کہا جا سکتا ہے، جو لوگ زبان کے فلسفہ اور بولی جانے والی زبان کے متعلق تحقیقات اور ان کے نتائج سے آگاہ نہیں ہیں ان کو یہاں کی زبان میں بہت ستم نظر آئے گا، لیکن جو لوگ ان تعلق سے واقف ہیں ان کو یہاں کی زبان میں قدر امت اور صحت کے عناصر عربی کے تمام لہجات سے زیادہ ملیں گے، زبان میں غیر نظر آنیکا ایک سبب یہ بھی ہے کہ یہاں یہاں خود صرف کے بہت محدود قواعد کو عملی مشقوں کے ذریعہ سہا گیا ہے وہ قواعد اور ترکیبیں جو کوئی ندوی

کتابوں میں نہیں ہیں ان کو عام طور سے لوگ غلط سمجھ لیتے ہیں حالانکہ سیبویہ کی الکتاب تو بڑی چیز ہے، اگر شریح ابن عقیل یا القزحری بھی ٹھیک سے پڑھتے تو یہ قواعد منضبط نظر آتے ہیں گے جو یہاں کے عوام کی زبان پر ہیں، مثال کے طور پر "أضاحۃ اللہ صغۃ الی الی الی" کو عام طور پر غلط بتایا جاتا ہے، مگر یہاں کی بولی میں "عام" جیسا بات ہے اور قواعد کے لحاظ سے صحیح ہے، ایک دو نہیں بیس شائیں ہوئی کتابوں میں موجود ہیں، ان کا بھی اگر غور سے سنتے تو شاید وہاں کوئی غلط نہیں یا مترتب سے گا، یہ اور بات ہے کہ اہل شہران کو ان مثنویوں میں عام طور سے نہ بولتے ہیں، مثلاً زمین پر پیر پڑھنے یا تیر چلنے کیلئے "رکعت" لافل یہاں عام ہے، اور کون کتنا ہے کہ یہ غلط ہے؟

اس مختصر مضمون میں اس کی گنجائش نہیں ہے تفصیلی بحث کی جائے اس لئے صرف اشارہ اپنا اثر بیان کیا ہے، اگرچہ مضمون ایک مفصل تحقیقی مقالہ کا طالب ہے۔ یہاں احادیث نبویہ کی جنم آسان ہو سکتی ہے پہاڑ، صحرا اور وادی میں بھیڑ بکری اور اونٹ کلب سے بڑی شدت شمار ہونا، سچے سے جوئے یا مٹی کے کچے مکانات جن پر کچھو کے درخت کی سہارا ہوتی ہے اس طرح زمین کی چھوٹی چھوٹی مگر آباد مساجد کھائے پینے میں سادگی، کھجور اور اونٹنی کے دودھ سے حیانت ایک پیالہ دودھ، پوری مجلس کی شرکت پانی کی قلت اور اس قلت کی وجہ سے اس قسمت کی قدر، یہ سب وہ باتیں ہیں جو آپ کو احادیث نبویہ اور خود سیرت نبوی میں جھلکتی ہوئی نظر آئیں گی، جب ان کو زندہ شکل میں پہاڑ دیکھیں گے تو ظاہر ہے، ماحول اور ظرف کے شراک کی وجہ سے وہ باتیں جلد اور زیادہ واضح شکل میں ذہن نشین ہوں گی، ان گراں کے ساتھ آپ کے ذہن

ابتیاع سنت کا ایک امتحان بھی ہوگا "سوس الجموس شفاغ" (سوس کا مجموعہ شفاغ ہے) کا ترجمہ کر دینا اس کا مفہوم سمجھنا اور سمجھانا کتنا آسان ہے، یہاں نہیں اس پر آپ تقریر بھی کر سکتے ہیں جو قریم کے نظریات کی ترویج بھی کر سکتے ہیں، لیکن یہاں کی عملی زندگی میں جب ایک بڑے پیالہ میں پانی آئے گا اور دسترفوان پر بیٹھے والے بدو اس میں سونو لگا کر پینے کے بعد آپ کی طرف یہ پیالہ رکھائیں گے اس وقت دیکھئے کہ آپ اپنے کو اندرونی جھجک کے کس حد تک برکتے ہیں اور اسی سے یہ جائزہ لیجئے کہ آپ کا ذوق ابتیاع سنت کتنے پائی میں ہے

دوران پانی کے برقی سے باہر لوہے کی کیفیت بھی
 اچھی طرح اس وقت سمجھ میں آسکتی ہے، جب پانی پینے
 کا رواج آپ خود کہیں روز بوری گلاسوں میں پاپٹ
 سے مشروبات پینے وقت یہ بات سمجھ میں آسکتی ہے۔
 بلاوظاہ و زعفران اور تھامہ کی یا مت کا ذکر
 نامکن رہے گا، اگر چند معمولی واقعات نہ بیان کر دیتے جائیں
 جو ان دو چیزوں کے اندر پیش آئے ان واقعات سے
 اس قوم کا ذہنیت آداب زندگی اور معاشرت پر روشنی
 پڑتی ہے۔

انسانی جائزہ کے سلسلہ میں بنی غامد کے ایک
 بڑے منگول چوری تھی، اس سے دریافت کیا تم نے ربح
 کیا ہے؟ جواب ملا ہاں (یہ لوگ ہاں) کو جب زور سے
 کرنا چاہتے ہیں تو "ای دفعہ" یا "ای واللہ" کے
 بجائے صرف اللہ اللہ "دوبارہ ایک مائیں ایک فاعل انداز
 سے کہتے ہیں، پہلے لفظ اللہ کو منقطع اور دوسرے کو ترقی
 لیکن ایک جھگڑے کے ساتھ کہتے ہیں) دریافت کیا یہ منگول
 گئے ہو؟ اس نے کہا "نہیں"

چھر پوچھا "تھا زور تہ الشیوٹ؟" دیکھا تم نے
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہیں کی ہے؟ جواب
 ملا۔ "یا زحل! اذقات قلبی ککلمھا
 شد کونی لحدی المصحح حتی علیک
 (اے بھٹے ماشی! میرے دل کا ہر حور کن محمد رسول اللہ صلی
 علیہ وسلم کو یاد دلاتی ہے)

باخہ میا میرے میزبان اتنا ذمہ دار محمد احمد زہرا بی
 میر مالیتہ الباحة سے ایک بگ کو شراق
 کے بورہ اس آیا تو میرے آنکھیں چند لمحہ بعد تین ہوا اور آگے
 اور پس میں بیٹھ گئے، ناشتا آیا، چائے وغیرہ سے نالیغ
 ہونے کے بعد میزبان نے ان نوادروں سے پوچھا کیسے
 آگے؟

ایک نے کہا منظور (ناشتہ کے لئے) اور دوسرے نے کہا
 شہرت کا نام ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ عام رواج
 ہے کہ اگر کسی کا روزانہ کھانا ہو تو ملا تامل ہر ایک کو حق
 ہے کہ کھانے یا شہرت کے وقت بڑا کھن چلا جائے، دوسرے
 یہ کہ صاحب خانہ بیکر کڑی پیشی کے ہوتے ہیں میزبان
 سے پہلے نہیں دریافت کر کے کھانے کے لئے آئے ہو،
 بنی زعفران کے ایک گلوں حکیمان میں
 میرے ایک ساتھی ایک چرواہے کو کھیل لائے میس چوبیس
 سالہ خدمت تو وہ ان تھا، میں نے کھیلے کھیلے میں لمبوس
 کر میں حب رواج فخر باندھے ہوئے بلا تکلف آکر

مستدر بیٹھ گیا، میرے زانو پر ہاتھ مارتے ہوئے
 پوچھا کیفیت حالت یا شیخ ہ میں نے اس سے
 بات شروع کی،

پوچھا شاعر ہوا کہا۔ "اللہ اللہ" یعنی
 ہاں ہاں کیوں نہیں کہا کچھ سناؤ، بولا پتے تم جتاؤ
 کہ تم کون سے عرب ہو، من ای العرب انتے
 میں نے کہا ہندی ہوں۔ بولا نماز پڑھتے ہو؟ جواب
 دیا الحمد للہ، پھر بولا یہ کون نماز پڑھتے ہو یا نہیں
 میں نے کہا ہاں سبھی پڑھتا ہوں، مگر اس قدر سمجھتی
 کی کیا ضرورت پیش آئی؟

اس نے جواب دیا۔ باہر کے لوگ اکثر نماز نہیں
 پڑھتے ہیں، اگر حکومت کا قانون نہ ہو تو ان کو نہیں
 کر دوں، ایک ہندی ڈاکٹر یہاں تھا، نماز نہیں پڑھتا
 تھا۔ میں نے کہا خیر مگر یہ بتاؤ کیا تم غیر نمازیوں کو لینے
 شہر نہیں مانتے۔ بولا "کیف هل انشاء
 د خاندان و خسوا حنیع خیمہ حوشعی؟
 و جلا کیوں؟ کیا میں سگریٹ نوش یا شراب خورد ہوں
 کہے نمازیوں کو سنا کر ان میں اپنا شرف خانی کووں؟
 اس کے علاوہ بہت سے چھوٹے موٹے واقعات
 ایسے پیش آئے جن سے عربوں کی ذہانت حاضر جو اپنا
 اور معاملہ نہیں کا تجربہ ہوا، مثلاً ایک بے درلک سے
 پوچھا کہ تم کو کہاں تک گئی آتی ہے، بولا لاں میں ہوا
 ہزار سب آتی ہے، میں نے کہا لمیوں؟ اس نے فوراً
 جواب دیا لمیوں جب آئے گا تو گن لوں گا، ابھی
 فیصل کے پاس ہے اس کو گینتی آتی ہوگی۔

میرا سفر زیادہ پر لطف ہوتا۔ اگر آزاد
 بلا کسی کام کے وہاں آتا، عربوں کی ہمان نوری
 ایک بالکل ہی اچھی مسلمان کے ساتھ نظر آتی، مگر اپنی
 تن آسانی کی وجہ سے ایک ذہنیت ساتھ لے لیا تھا، رابطہ
 نے قبائل کے امراء کو خطوط لکھ دیئے تھے، ہتھیار لاکھ
 بالمعنی و ف کے تمام روسیہ کو بدایت بھی کرتا تھا
 کریں، اس کی وجہ سے جہاں گیا ایک ٹیم ساتھ گئی اور
 اس ٹیم سرکاری حیثیت کی بنا پر ہر دشواری سے ضرور
 محفوظ رہے جو عربوں کو ذرا زیادہ قریب سے
 دیکھنے کا موقع نہیں ملا، مگر جو دیکھا وہ بھی یاد رہے
 گا۔

ختم شد

بقیہ "سید قطب"

چند ہی گز سے تھے کہ "تشیط" کے پروگرام کے
 تحت ان کے جانی سید قطب کو گرفتار کر لیا گیا، سید قطب
 سے آئی، ڈی آئی کے پاس ایک تیار کردہ نوٹ
 لے کر گئے جس میں اپنے جانی کے قید پر احتجاج تھا
 اور جو صدر ناظر کی اس تقریر کی روشنی میں تیار کیا گیا
 تھا جس میں انہوں نے کہا تھا کہ اس وقت جیل میں
 کوئی اخوانی نہیں ہے اور نہ فوجی احکام جاری ہیں
 سید قطب سے سی، آئی، ڈی آئی آفیسر نے کہا، کہ آپ اپنا
 تیار کردہ نوٹ نہ پیش کریں، یہ کام ہمارا ہے، نہ صدر کا
 آپ کے لئے بہتر یہ ہے کہ آپ وہ نوٹ لٹ جائیں لیکن
 سید قطب اس کے پیش کرنے پر بند رہے۔ حکم
 سرخرمانی نے اپنے کام کو اچھی طرح انجام دیا اور اس
 کے بعد ان فوجی آمران نے ان کو سخت اور طویل جہانی
 اور روحانی اذیتوں کے بعد بالآخر چائسی کا فیصلہ مارا
 کر دیا۔ آج مگر جیلوں میں سپاس نہر سے
 زیادہ لغوس موت و حیات کی شکست میں زندگی گزار
 رہے ہیں۔ حیرت و انوس ہے ان حکام عرب کے فیصلے
 پر۔

سید قطب، آج ہر آنکھ آپ کے لئے خون کے آئینہ
 بہا رہی ہے۔

اس مرد مومن نے دینی تربیت و اجتماعیت پر
 پالیسی سے زیادہ کتابیں لکھی ہیں، ان میں قرآن کی تفسیر
 "ف ظلل القرآن" تیس جلدوں میں ہے
 اگر کسی پادری نے اس عمل کی اس طرح خدمت کا
 فرض انجام دیا ہوتا تو آج عیسائی ان پر جان چھڑک
 رہے ہوتے۔

اگر کسی یہود کا نے اسرائیلی حکومت کی دعوت
 پر تیس مقالے سبھی لکھے ہوتے تو آج اس کا نام انتہائی
 عزت و احترام کے ساتھ لیا جاتا۔

سید قطب جیسا جلیل القدر عالم کچھ دنوں کے
 بعد چائسی کے تختہ پر لٹکا دیا جائے گا

"یہ مضمون سید قطب کی شہادت سے کچھ پہلے قلمبند
 کیا گیا اور اس کے کچھ ہمارے روز کے بعد وہ نعت شہادت
 سے سرفراز ہوئے۔"

ایک قابل توجہ مسئلہ

گذشتہ سے جو سہ

شیدوں (جی)

تساویرو تو ضیمات

سورج کی طرف منہ کر کے اور ہاتھ جوڑ کر پراختفا۔
 (میک ریڈر صفحہ ۵، اردو ہندی صفحہ ۱ پر)
 گنگا جی کا سوگ سے متاثر شہر جی کی جٹاں آنا۔
 (میک ریڈر صفحہ ۵، ایڈیشن صفحہ ۳ پر) اور
 (میک ریڈر ہندی صفحہ سوم، ایڈیشن صفحہ ۱۹ و
 ۲۰ پر)
 تجارت مانا دیوی کے روپ میں دکھائی گئی ہیں۔
 (میک ریڈر اردو صفحہ ۳، ایڈیشن صفحہ ۳ پر)
 ہزار سہن والے ناگ کو ماننا کہ اس کے سپن پر ناپتے ہوئے
 کرشن جی کی تصویر۔
 (میک ریڈر اردو صفحہ ۱، ایڈیشن صفحہ ۳ پر)
 جنگوان کے جنگھ کے سامنے ہاتھ جوڑ کر پراختفا کرتے ہوئے۔
 (میک ریڈر صفحہ دوم، صفحہ ۱ پر ایڈیشن صفحہ ۳ پر)
 دو دیو جی کے آستیم جی دیوتاؤں کا آنا۔
 (میک ریڈر صفحہ دوم، صفحہ ۱۲۶، ایڈیشن صفحہ ۳ پر)
 اندر کا برہمن کے روپ میں آنا۔
 (میک ریڈر صفحہ اول، صفحہ ۱۳، ایڈیشن صفحہ ۳ پر)
 شیو جی اور پاربتی جی کی تصویر اور اس کے بچے عبارت۔
 "دنیا کے باپ پاربتی اور پر مشور کی میں بندنا کرتا
 ہوں۔"

ذرا بڑھ چلا، صفحہ دوم، سنسکرت، صفحہ ۲
 راجہ شیو کے پاس اندر دیوتا اور گنی دیوتا کا باز اور کبوتر
 کی شکل میں آنا اور اصل شکل میں ظاہر ہو کر بشارت دینا
 (میک ریڈر صفحہ دوم، سنسکرت صفحہ ۱، ایڈیشن صفحہ ۳ پر)
 تری دیو کا ریشیت دیو کے سامنے ظاہر ہونا۔
 (میک ریڈر صفحہ سوم، صفحہ ۱۰، ایڈیشن صفحہ ۳ پر)
 گنگا دیوی کی اولیائی شکل اس کے بچے عبارت۔
 "دیوتاؤں کی مالک جنگوانی گنگا"

(میک ریڈر صفحہ سوم، صفحہ ۱، سنسکرت ایڈیشن صفحہ ۳ پر)
 تصویر دیکھو! یہ جنگوانی سر سوتی کی تصویر ہے۔
 (سنسکرت، صفحہ اول، صفحہ ۲۵، ایڈیشن صفحہ ۳ پر)
 صفحہ ۱ پر تصویر جو کہ جیوں دو جنگوان کے عنوان سے
 لڑا کا ہاتھ جوڑ کر پراختفا کر رہا ہے۔
 (میک ریڈر صفحہ ۶، صفحہ ۱۰، ایڈیشن صفحہ ۳ پر)
 صفحہ ۳ پر تصویر مارتھو ملاحظہ ہو۔
 (میک ریڈر صفحہ ۶، صفحہ ۳، ایڈیشن صفحہ ۳ پر)

"شیدوں" (جی)

"ہندو دیو مال"

زبان کی تقریباً تمام کتب میں خوان وہ پراختفا کرتے
 ہیں جو یا جو تیرہائی اسکول کے لئے تھی کہ ہمارے
 پورب کے سٹ میں بھی کہا گیا ہے، یو مالائی ہیں۔
 تاریخی شخصیتوں کو بھی اس انداز سے پیش کیا گیا ہے جس
 سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتابیں ہندو دیو مال کے پراختفا کیلئے
 لکھی گئی ہیں، یہ بحث نہیں ہے کہ تھے کہاں تک حقیقت پسندی
 پر مبنی ہیں یا کسی حد تک غیر فطری ہیں، ہندو دیو مال کے خلاف
 کوئی تنقید مقصود نہیں اس سے زیادہ دیو مال خاص ہندو
 بچوں کو بھی غور پڑھائی جائے تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں
 ہے، ان دیو مالائی قصوں سے نہ تو قومی یکجہتی میں کوئی نقص
 ہوتا ہے اور نہ ملکی ترقی میں، بر خلاف نپے کی ذہنی ترقی
 رک جاتی ہے، رجعت پسندی اور اہم پرستی کا جذبہ پیدا
 ہوتا ہے، ایک طرف بچہ ان دیو مالائی قصوں کو پڑھتا
 ہے دوسری طرف اس کے سامنے سائنس کے تجربات
 تاریخی مثالیں جزائیاتی حالات اور تحقیق شدہ واقعات
 ہوتے ہیں تو بچے کا ذہن سخت کش کش میں مبتلا ہوجاتا ہے
 یہ بڑی نا افسانی ہے کہ سرکار کی اور نیم سرکار کا، اسے ایک
 ذہب کا دیو مال کی تبلیغ کا ذریعہ بنائے جائیں اور دوسرے
 مذاہب کے بچوں کے خام ذہنوں میں ان کا اثر سمجھا جائے
 ستر ظہنی یہ ہے کہ اس طرح کے دیو مالائی اسباق کے تسلط
 میں جو لقا ویرانی ہیں ان سے متاثر ہونے پوز کوئی بچہ

وہ نہیں سکتا ہے۔
 شری کرشن کی وہ کہانی جس میں انہوں نے ہزار سہن والے ناگ
 کو ناپتے بنالیا۔
 (میک ریڈر صفحہ اول، اردو ۲۲، ۲۳، ۲۴، ایڈیشن صفحہ ۳ پر)
 اب ہر بچے کے دل سے گنگا جی کو چھوڑ دیا۔
 کی پراختفا پر شہر جی نے اپنی جگہ ایک لکھنول دی گنگا جی
 کی ایک چھوٹی سی دعا پڑھ لی۔
 (میک ریڈر صفحہ سوم، صفحہ ۱، ایڈیشن صفحہ ۳ پر)
 ایک ریکارڈ ہندو ہندی صفحہ دوم، صفحہ ۲۵، ایڈیشن صفحہ ۳ پر
 اور ہمارے پورب دوم، صفحہ ۲۵، ایڈیشن صفحہ ۳ پر
 اور اورانی کے گلے سونے کا ہل چلایا، چلنے چلنے میں ایک
 جگہ رک گیا، ہل کا چیل ایک گھڑی سے لگا لیا تھا گھڑی
 سے ایک سہنہ کھینا، ۲۰ کاش میں گھٹائیں گھرائیں،
 پانی برسا اور لوگ کھلی ہو گئے۔
 (میک ریڈر ہندی صفحہ دوم، صفحہ ۲۵، ایڈیشن صفحہ ۳ پر)
 ایڈیشن صفحہ ۳ پر
 گنیش جی کا فیصلہ، نہ کہ جس میں کیا گیا ہے۔
 (میک ریڈر صفحہ اول، صفحہ ۳، ایڈیشن صفحہ ۳ پر)
 ساوتری کی میراج رحمت کے ذریعے ہنگو راجہ سے پورب
 سوم، صفحہ ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ایڈیشن صفحہ ۳ پر
 پاس جانا، میراج سے سوال جواب ایڈیشن صفحہ ۳ پر
 (میک ریڈر صفحہ سوم، ۱۱، ۱۲، ایڈیشن صفحہ ۳ پر)
 پراکتشیت صفحہ سے اذھا جہا تھا، اس کے بڑی زور سے
 کبھی پراکتشیت اور کبھی جی سے ایک خوفناک آواز پیدا
 ہوتی آواز کے ساتھ ہی کھنسا جھاڑ کر نہ گھوڑی آواز
 شیر آواز انسان کا ظاہر ہونے۔
 (میک ریڈر اردو صفحہ سوم، صفحہ ۱۲، ایڈیشن صفحہ ۳ پر)
 مانی دودھیش کا قند، ہمارش دودھیش اور اندر
 کی بات حبت۔
 "اندر نے کہا ہمارا بچہ باسوی نے کہا ہے۔۔۔ اس
 کے نامش کا ایک ہی اپنا ہے وہ ہے کہ ہمارا دودھ
 کی بڑی کا بچہ بنایا جائے اور اندر اس سے پودھ (والی)
 کرنا، تھی وہ پراحت کا میاب، جو گا، اسی کام کے لئے
 میں آیا ہوں۔
 ہمارا شہت بڑے بزرگ ہیں آپ ہی لوگوں کے ہمارے
 ہم دیوتاؤں کی استہ ہے۔
 (میک ریڈر صفحہ دوم، صفحہ ۲۰، ۲۱، ۲۲، ایڈیشن صفحہ ۳ پر)
 ایڈیشن صفحہ ۳ پر
 راجہ شیو کا قند جس میں بتایا گیا ہے کہ کس طرح
 ایک بار کبوتر پر چھوٹا اور کس طرح، اور شیو نے اپنی

معراج کی رات

انبیاء کرام کا اجتماع، حمد و ثنا کی ایک مقدس مخلوق

حیثیت الرسمن ندوی

من اصدق قوم ما بعدون اور نبی اسرائیل کو نبات دیا	من اصدق قوم ما بعدون اور نبی اسرائیل کو نبات دیا	من اصدق قوم ما بعدون اور نبی اسرائیل کو نبات دیا	من اصدق قوم ما بعدون اور نبی اسرائیل کو نبات دیا
با محبت وہ دید لوں یہی سیرا مشرق	با محبت وہ دید لوں یہی سیرا مشرق	با محبت وہ دید لوں یہی سیرا مشرق	با محبت وہ دید لوں یہی سیرا مشرق
شفا علی القاری	شفا علی القاری	شفا علی القاری	شفا علی القاری
حضرت داؤد علیہ السلام نے یہ تقریر کی	حضرت داؤد علیہ السلام نے یہ تقریر کی	حضرت داؤد علیہ السلام نے یہ تقریر کی	حضرت داؤد علیہ السلام نے یہ تقریر کی
الحمد لله الذي جعل لي ملكا عظيما وعلمني لزود واليات الحديد وفتح لي المجالس سبعين معني والطيور واتاني الحكمة من قبل الخطاب	الحمد لله الذي جعل لي ملكا عظيما وعلمني لزود واليات الحديد وفتح لي المجالس سبعين معني والطيور واتاني الحكمة من قبل الخطاب	الحمد لله الذي جعل لي ملكا عظيما وعلمني لزود واليات الحديد وفتح لي المجالس سبعين معني والطيور واتاني الحكمة من قبل الخطاب	الحمد لله الذي جعل لي ملكا عظيما وعلمني لزود واليات الحديد وفتح لي المجالس سبعين معني والطيور واتاني الحكمة من قبل الخطاب
یہ تقریر کی	یہ تقریر کی	یہ تقریر کی	یہ تقریر کی
حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ فرمایا			
الحمد لله الذي ارسلني رحمة للعالمين وكفافة الناموس بشيروا دنديروا وانزل علي العرفان فبه تبيات لكل شئ	الحمد لله الذي ارسلني رحمة للعالمين وكفافة الناموس بشيروا دنديروا وانزل علي العرفان فبه تبيات لكل شئ	الحمد لله الذي ارسلني رحمة للعالمين وكفافة الناموس بشيروا دنديروا وانزل علي العرفان فبه تبيات لكل شئ	الحمد لله الذي ارسلني رحمة للعالمين وكفافة الناموس بشيروا دنديروا وانزل علي العرفان فبه تبيات لكل شئ
یہ تقریر کی	یہ تقریر کی	یہ تقریر کی	یہ تقریر کی
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ فرمایا			
الحمد لله الذي جعلني من امة محمد وآدم وادخلني في رحمة رسوله وادخلني في رحمة ربه وادخلني في رحمة خلقه وادخلني في رحمة كل من رحمت	الحمد لله الذي جعلني من امة محمد وآدم وادخلني في رحمة رسوله وادخلني في رحمة ربه وادخلني في رحمة خلقه وادخلني في رحمة كل من رحمت	الحمد لله الذي جعلني من امة محمد وآدم وادخلني في رحمة رسوله وادخلني في رحمة ربه وادخلني في رحمة خلقه وادخلني في رحمة كل من رحمت	الحمد لله الذي جعلني من امة محمد وآدم وادخلني في رحمة رسوله وادخلني في رحمة ربه وادخلني في رحمة خلقه وادخلني في رحمة كل من رحمت
یہ تقریر کی	یہ تقریر کی	یہ تقریر کی	یہ تقریر کی

دجعلنی مثل آدم خلقته من تراب ثم قال له كن نیکون وعلمنک الحساب والحکمة والتوراة و الا بحیل وجعلنک من الطیر فانفخ منی من الطیر فاصبح نیکون طیرا باذن الله تعالی وجعلنک ابروی الاکبہ والا برصی و احی السورق باذن الله تعالی ورضی وظهرنی و عاذا فی وادی من الشیطان السرجیم فلو لیکن للشیطان حدینا سبیل یتقی بولشیرک شفا علی القاری

یہ تقریر کی

حضرت داؤد علیہ السلام نے یہ تقریر کی

الحمد لله الذي جعل لي ملكا عظيما وعلمني لزود واليات الحديد وفتح لي المجالس سبعين معني والطيور واتاني الحكمة من قبل الخطاب

یہ تقریر کی

حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ فرمایا

الحمد لله الذي ارسلني رحمة للعالمين وكفافة الناموس بشيروا دنديروا وانزل علي العرفان فبه تبيات لكل شئ

یہ تقریر کی

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ فرمایا

الحمد لله الذي جعلني من امة محمد وآدم وادخلني في رحمة رسوله وادخلني في رحمة ربه وادخلني في رحمة خلقه وادخلني في رحمة كل من رحمت

یہ تقریر کی

اللہ تعالیٰ نے انہیں تمام انبیاء پر فائق بنائے، عالم ارواح کا یہ اجتماع اگرچہ اس دنیا میں نہیں ہوا لیکن اس کی تفصیل آخر اس لئے تو بیان کی گئی کہ اس میں ہی امت کے لئے بصیرت و عبرت کے کچھ اسباق پہنچا دیے جتنی بات کہ تمہاری نیت کے طور پر اپنی حیثیت اور مرتبہ کا ذکر میسر نہیں ہو سکتا ایک محمود اور پسندیدہ چیز ہے اور بعض جگہوں میں شکرانے کے طور پر اس کا انہماک ضروری بھی ہے اور اس سے بڑی بات مسلمہ ہوتی کہ "خیر امت" کا خطاب کوئی فاضل سزا قسم کی چیز نہیں ہے تو پورے عالم کا ایک مخصوص انعام ہے، جو خاص طور پر امت محمدیہ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو عطا کیا گیا ہے جس کو حدیث نعت کے طور پر حضرت اس کو بیان کرنا چاہیے بلکہ ہمیشہ یہ احساس بھی رکھنا چاہیے کہ ہم جب اس ادا دینے خطاب سے سرفراز کئے گئے ہیں تو اب ضروری ہے کہ ہم اپنے آپ کو اس کا اہل بھی ثابت کریں، کتنی بڑی گراہی کی بات ہے کہ کوئی شخص اپنے آپ کو امت محمدیہ میں شمار بھی کرے، اور ایک دوسرے مسلمان کو طرد بھی دے، تم اپنے آپ کو "خیر امت" کیوں کہتے ہو؟ رہا یہ کہنا کہ "انہی" کو خیر امت کہنے والے اس کا عقیدے کا تباہ ایک طرح کے احساس برتری میں مبتلا ہو گئے، انتہائی پھینسیں اور جہالت کی بات ہے جس سے ہر مسلمان کو پناہ مانگنی کی ضرورت ہے، یہ بڑے انبوس کی بات ہے کہ آج سیاست کی آڑ لے کر جہاں ایک دوسرے کی گزری اچھالنے کو میسر نہیں ہوتا، وہیں خیر امت جیسے مفاسد فتنہ آئی الفاظ کی صاف اور صریح طور پر توہین بھی کی جاتی ہے،

خدا سے دعا ہے کہ ہر مسلمان کو اس طرح کی بے اعتدالی اور اس طرح کی مکروہ سیاست سے دور رکھے۔

دعا بری نفسی ان النفس لا ما حق بالشیر

بقیہ، ظلمت کدہ یورپ میں اعلان حق

لذا نہ مشہور نعت لفظی کی عدم تکمیل کا نتیجہ نہیں بلکہ وہاں حیات کی فزونی، ذرائع لغات و مشہورات کی فراوانی کے باوجود اصل مقصود حیات "سکون قلب" کے فقدان کا نتیجہ ہے۔

خواتین و حضرات!

ایسا فضا میں ہماری اور آپ کا ذمہ دار یاں دو چند ہو جاتی ہیں، ایک طرف خود اپنے آپ کو سنبھالنا، اور دوسری طرف معاشرہ کو انفرادی اور اجتماعی طور پر نیکو کرنے سے بچانا، میں اول الذکر مسئلہ کی طرف آپ کی خصوصی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں، مغربی جامعات میں مسلم طلباء کے عقائد کی سلامتی و حفاظت ہمارا اولین فریضہ ہے، سائنس پڑھنے والے طلباء کو شاید ان مشکلات کا احساس نہیں جو اسلامی تاریخ و عقائد ادا، یا فلسفہ وغیرہ پڑھنے والے طلباء کو درپیش ہیں، جنہیں یہ پڑھایا جاتا ہے کہ اسلام آسمانی مذہب نہیں اور قرآن الہامی کتاب کے بجائے محض ذاتی تصنیف ہے، تحقیق جس جو کی ساری عقائد ان ہی کا دوسرا رخ ہے، کفر کی جاتی ہیں، ان مضامین پر جو کتابیں پڑھائی جاتی ہیں وہ بھی عیسائی مصنفین کی لکھی ہوتی ہیں، جو مندرجہ بالا نظریات کی تائید میں لکھی گئی ہیں، اگر کوئی طالب علم مسلم اسکالر کی تصنیفات پڑھتا ہے یا اپنے عقائد پر اڑاتا ہے تو استاد کے نظریات سے تصادم لازمی ہے، جس سے اس کا مستقبل (CAREER) مرض خضرہ میں پڑ جاتا ہے، اس کے سامنے دو ہی صورتیں ہیں، یا تو عقائد کی سلامتی کے لئے سند سے دست بردار ہو یا سند کے لئے عقائد کا سودا کرے۔

عقائد کے علاوہ خالص تحقیق و علمی مسائل میں بھی صلیبی عصبیت سے نجات نہیں، سارا امر اس امر پر ہے کہ اسلامی علوم و فلسفہ یونانی فلسفہ و علوم کا پرہیز ہے۔

درحقیقت یہ تفریق احساس کمتری کو بڑھاتی ہے، اعتقاد کو متزلزل اور حوصلہ کو پست کرتی ہے۔

اس سے نجات کی چند صورتیں ہیں جس پر ہر مسلمان کو عملی طور پر عمل کرنا چاہئے، اول یہ کہ مرکزی اور فرعی امور میں اس امر کا اہتمام کریں کہ جامعات کے جن الاقوامی دفاتر سے ہر سال نئے آنے والے مسلم طلباء کی فہرستہ حاصل کریں جن میں طلباء کے مضامین اور بائبلھی سے درج ہوتے ہیں ان میں سے وہ وہاں طلباء سے روابط قائم کریں اپنی اسلامی انجمن کارکن بنائیں اور اسلامی سرگرمیوں میں

شریک کریں، نیز ایسے گھمراہوں اور نقادوں کا اہتمام کریں جو ان فاسدہ تعلیمات و تربیت کے ابطال میں تعاون نہ دکھائیں ہوں، بارہوی کی اسلامی انجمن نے اس مسئلہ میں پہل کی ہے اور اس کے خاطر خواہ نتائج برآمد ہو رہے ہیں، اس کا فائدہ عارضی نہیں بلکہ اگر آپ ذرا غور کریں تو مستقبل میں اس کے ان گنت فوائد برآمد ہو سکتے ہیں، عالم اسلام کے ذہنی تعلیم یافتہ افراد جو ملک کے چہرہ دانہ ہوتے ہیں وہ تعلیم کئے جہاں آتے ہیں، ان کی سائنس و تربیتی روابط اور نقطہ ہائے نظر ان مسائل آج نہیں توکل اسلامی اتحاد اور اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے اہم اور تعلیم سبب میں ایک سبب بن سکتا ہے۔

بقیہ، قابل توجہ مسئلہ

ران کے گوشت کا حصول باز کو کیا آخر میں سوال ہے۔

کہوڑ اور باز کی شکل میں کون کون دیکھتا ہے؟

دعا ہے کہ ہمارے ہر مسلمان کو ۲۵

اور نو برطانیہ اول صفر ۱۳۳۳ تا ۱۳۳۵، ایڈیشن ششم)

دیوتا اور ادرھ چکے چھوٹے گے، آخر میں گھوڑا

ہمارے رہا کے پاس ہونے، ہر جا کو کوئی صورت

دکھائی دے پڑی دے سب کو ساتھ لیکر شو کے پاس ہونے

دے سب کو لے کر دشمن کے پاس ہونے

(سابقہ بارہوی، صفر ۱۹۹، ایڈیشن ششم)

ایسٹونے بتایا کہ ہمارا بچ

جب میں اس کے پیٹ میں تھا

تو ایک دن میرے باپ نے ماں سے چکر دیا کہ لڑکے کیا،

انہوں نے چکر دیکھ کر چھوڑ دیا کہ لڑکے کا راز بتایا کہ

ماں کو خیر آگئی اور وہ رک گئے، میں اس کے چھوڑنے سے

توڑنے کا راز تو جانتا ہوں مگر ساتھ ساتھ وہ لڑکے توڑ کر

نکل آئے گی ترکیب نہیں معلوم

بیک ریڈر اور دو حصہ صفر ۱۳۳۶، ایڈیشن ششم)

اجود عیسا نگر میں جوڑا میں نام کا بھڑکیا رہتا تھا،

دولت کی لاریج یا خواہش اس نے بڑی مشکل سے لگائی

ستھو کی بہت عزت تک عبادت کی، عبادت سے خوش

جو کر شیوہ جی نے خواب میں انہیں دے کر اس سے کہا تم

آج تک بال بزرگ نہ بولنا ہوتا میں نے کہ گھر میں چپ چاپ

چھپ کر بیٹھ جانا، اس کے بعد آتے ہوتے سادھو کو پوچھو

گے، اس کو خیر ہم کے ڈنڈے، مار کر مار دینا، ایسا

کرنے پر وہ سونے لگا، گھر آج ہوا جانا گا۔

د مسکرت رہا، اس لاریج نامی صفر ۱۳۳۶

وَارْفَتِکِی شِوُق

شیرب کا سفر ہم بھی جو کر جائیں تو جائیں اس ہند کے پل سے جو گذر جائیں تو جائیں
 الفت ہو پیمبر کی جو پتی تو دکھا دیں کہتے ہیں کہ ہم مرتے ہیں مر جائیں تو جائیں
 چلتے ہیں بہت تیز رہتے ہیں مہربانی میں اس راہ میں گر سینہ سپر جائیں تو جائیں
 زردار تو جاتے ہیں ہزاروں ہی وہاں پر اس کو پے میں ہم خاک بسر جائیں تو جائیں
 کرتے ہیں یہاں آہ و فغاں ساری زبانی واں واقعہ بادیدہ تر حبا میں تو جائیں
 چھانی تو یہاں ہرزہ درالی میں بہت خاک ان ذروں سے یہ آنکھیں جو بھر جائیں تو جائیں
 سچی نہیں الفت تمہیں اس شہ کی خیالی
 بے دینی کے یہ تم سے اثر جائیں تو جائیں

بادۂ کھن

مسلسل

چشمہ مہر مری چشم سے پھر یک نظری ہو خاک سے گرتے در کے مری کمال البصری ہو
 خارِ صحرائے مدینہ میں پھاؤں میں چھاؤں خاک پاک در احمد مری آنکھوں میں بھری ہو
 سوز پہنجانِ محبت سے مرے ہونٹ ہوں سوکھے لب پہ نالے ہوں جگر چاک ہو پلکوں میں تری ہو
 نظرِ لطف جو ان کی ہونے وہ مجھ کو کافی دنیوی کام میں کچھ بھی مرے بے بال و پری ہو
 سوکھ کر کاٹھا ہوا میں پیشِ حشر نبی میں شاخ امید الہی مری اک دن تو ہوسری ہو
 نعت کا شغل ہے اب بھی ہے یہ حسرت دم مرگ جلد نعت شہ عالم مرے سینہ پہ دھری ہو

یاں تو اچھی ہی خیالی کی کٹی تیرے کرم سے
 آبرو اس کی جو واں غیرت آب گہری ہو

مولانا حکیم
 سید فخر الدین خیالی
 کے غیر مطلوبہ دیوان
 کے
 چند اوراق

فکر و فن

اخگر

شاق

رحیم آبادی

نٹاوی

"منیگرورز کالج"

رحیم آباد

ضلع لکھنؤ

سہ مشگاہ ہی میسرے اشکِ انجم تاب رہنے دو
 شبِ غم آبروئے دیدہ بے خواب رہنے دو
 حقیقت کھل گئی آہستہ ہنارے عہد و پیمان کی
 بس اب منکر مداوائے دل بے تاب رہنے دو
 اچانک میری غرقانی پہ خاموشی ہی بہتر ہے
 رفیقو، آہ، ذکرِ ساحلِ گرداب رہنے دو
 عیث کیوں تم بھی میسرے ساتھ رہاں زمانہ ہو
 تم آنکھوں ہی میں اپنے گوہر نایاب رہنے دو
 مری بیابانی دل ہی اگر تم کو پسند آئی!
 چلو، پھر تو دل بیتاب کو بیتاب رہنے دو
 شبِ غم میسرے خوابوں میں بھی آئیے تکلف کیوں
 تصور ہی میں کوئی لمحہ نایاب رہنے دو
 کوئی بھی قصہ شبِ شوق سے چھپے رو گریا رو
 خدا کے واسطے ذکرِ شبِ مہتاب رہنے دو
 یقیناً ایک دن بے چینیاں بھی رنگ لائیں گی
 مگر دل کو ابھی سمفطت سے کیا باب رہنے دو
 ہیں معلوم ہے کس کے بیاں میں زور ہے کتنا
 حشر یفوں کو شریکِ حلقہ اجاب رہنے دو
 کسی صورت سحر تک تو نہ جاگے دردِ تنہائی
 شبِ غم مجھ کو بر بادِ شراب ناب رہنے دو
 عیثِ اخگر اب کی آرزو کو کیوں جگاتے ہو
 لے آغوشِ مکرہ دمی میں محو خواب رہنے دو

دُظُیْبُ

سے ایک ملاقات

آبِالِ اَحْمَدِی تَدْوِی

سید قطب کی شہادت نے ڈیڑھ سال قبل ایک جوانی کو جو انہیں یورپ میں اعلیٰ تعلیم حاصل کر رہے تھے، ان سے ملاقات کی تھی اور ان سے گفتگو میں پر تیار و خیال کیا تھا یہ انگریزوں کی طرف سے "المیشاق الاسلامی" میں شائع ہوا اور انہیں اس کا اردو ترجمہ بھی پیش کیا جا رہا ہے۔

آج سے ڈیڑھ سال قبل سید قطب کی طویل اسیری سے باہر نکلنے تو ان کی ملاقات کی عرض سے میں ان کے گھر "ظنون" گیا، انہوں نے اپنی سرور سبزی گئی کے ساتھ میرا استقبال کیا،

انہوں نے فرمایا: "کہ آخر کار ہر زندہ ہیل سے آگے اور اس طرح دوبارہ آپ سے ملاقات کا موقع ملا میں نے کہا: "اس سلامتی پر خدا کا شکر ہے آپ کی صحت تو ماشاء اللہ بڑی اچھی ہے، اب تو صرف عروس (دولہن کی) کمی ہے۔"

اس پر وہ بہت زور سے ہنسنے لگے۔ پھر فرمایا: "کس عروس کو آپ پر ادے رہے ہیں؟" (عروس وہاں جیل میں اس لئے کہتے ہیں جو صلیب کی طرح چلتا ہے، جس پر لوگوں کو کس کر کوڑے سے مارا جاتا ہے۔)

میں نے کہا: "ہم وہ لوگ ہی کہتے ہیں آگے گئے ہیں۔" تقویٰ دیر گفتگو کر رہی کہ اچانک انہوں نے مجھ سے سوال کیا: "کیا آپ کو خواب کی تفسیر سے کوئی تعلق ہے؟" میں نے کہا: "ہاں ہے تو، اس سے زیادہ میری خواب اور کیا ہو سکتا ہے کہ آپ کو ڈاکٹروں کی رپورٹ پر ہائی ملی، جبکہ چندہ سال تو امریکی عدالت کے فیصلہ پر گزار چکے تھے۔"

انہوں نے کہا: "ایسی بات نہیں ہے، اپنی شاعرانہ باتیں، وہ اپنے من سے آج رات خواب دیکھا کہ ایک سڑک اڑدھا بیٹ پاس کھڑی اسے بٹھا ہے اور آہستہ آہستہ مجھ سے قریب ہوتا جا رہا ہے، اتنے میں میری

آنکھ کھل گئی اور پھر اس کے بعد مجھے نیند نہیں آئی، میں نے ان کا دل رکھنے کے لئے کہا کہ اس خواب کی تفسیر یہ ہے کہ کوئی مومن آپ کی خدمت میں ایک تحفہ پیش کرے گا، جو کوئی چیز میں لپٹا ہو گا اور اس کے اوپر سونے دھواگا بندھا ہو گا۔ اگر آپ پسند کریں تو ابھی میں آپ کی خدمت میں حاضر کر دوں، آپ اسے قبول فرمائیں اور اطمینان سے سو رہیں۔"

انہوں نے کہا: "اس کی تفسیر یہ کیوں نہیں ہو سکتی ہے کہ میں ہی وہ تحفہ ہوں جو مومنین کے لئے پیش کیا جانے والا ہے، کیا آپ کو معلوم نہیں ہے کہ ہماری معیبت اور آزمائش انقلابی سوشلزم کے نقطہ کے ساتھ اسی طرح ہے جیسے پہلے مسلمانوں کی آزمائش اور ابتداء خلق قرآن کے ساتھ تھی، امام احمد بن حنبل کی ذہنی تصویر مجھ سے جدا نہیں ہوتی، میں اپنے آپ کو انہیں کی طرح کمزور اور محتاج پاتا ہوں، تو اس میں کیا نقصان ہے کہ میں بھی امت مسلمہ کی طرف سے وہ بار بھی برداشت کروں جو انہوں نے برداشت کیا تھا، کیا ہم لوگوں کا یہ فقرہ نہیں ہے کہ اللہ کی راہ میں موت ہماری سب سے بڑی تمنا ہے، پھر ہم کیوں کمزور کی کھلیاں اور عافیت کو ترجیح دیں۔"

پھر میں نے کبھی ان سے ایسی کوئی بات نہیں کی جو ان کو راضی کرنے والی ہو، اور نہ کبھی ایسی بات آئندہ کہوں گا، میں سلامتی اور دنیاوی عزت و جاہ کے رعب سے ناواقف نہیں ہوں..... بیکہ..... نہیں..... میں اس پتھر سے ٹکرا جاؤں گا خواہ میرا

سر ٹکڑے ٹکڑے کیوں نہ چم جائے۔ میں نے کہا: "کیا صحابین کی زندگی اور ان کی بقا و دعوت اسلامی کے لئے زیادہ مفید نہیں ہے۔ انہوں نے کہا: "کہ ہمیشہ امداد ہر حال میں نہیں بلکہ بسا اوقات ان کا کام آجانا ہی زیادہ فائدہ بخش ہوتا ہے میں فقہ و ہلاکت کو دعوت نہیں دیتا، لیکن ہمارے لئے یہ ضروری ہے کہ ہم ثابت قدم رہیں، یہ جاننے کے باوجود کہ ثابت قدمی میں ہلاکت ہے، اس لئے کہ ان ارسپوں کے یہاں ایک طریقہ کار ہے جس کو "تشہید دوری" کہتے ہیں، یہ ان لوگوں کے لئے ایجاد کیا گیا ہے جو ان کے طریقے اور فلسفہ کے مخالف ہیں،

..... اور اس کا طریقہ ان کے نزدیک یہ ہے کہ ایسے نام لوگوں کے خلاف، جو ان کے فلسفہ کے مخالف ہوں، وہ سازشیں گھڑتے رہیں، اور قتل یا جیل کے مقدمات قائم کرتے رہیں اور ان کو کبھی آزاد اس اندیشہ سے نہیں کیا جاتا کہ کہیں انہیں دوبارہ پھانسی لگا کر نہیں لگایا جائے۔ اس لئے مجھے تہہ توڑ ہے کہ تم میرے دین اور شخص کو حجت کا مشورہ دو گے جو ہجرت کرنے پر قادر ہو، جب تک کہ اللہ تعالیٰ اللہ کے اوپر سے نصیب کو دور نہیں کرتا۔"

میرے بھائی وہ لال اڑدھا، اصل اثرترا کیت کی وہ رکھا ہے جو اس ملک کے اندر وہاں ہر ایسے عالم و عابد اور مفکر کی گردن میں ڈالی جا رہا ہے جو غور و فکر کی صلاحیت رکھتا ہے۔

میں نے کہا: "خدا کے واسطے اس طرح کی پشیمانی نہیں ہے، یہ لوگ اب کچھ اعتدال کی طرف مائل ہو رہے ہیں۔"

انہوں نے کہا: "کہ اس کی حقیقت سے تم جلد ہی واقف ہو جاؤ گے۔ دروازے کی گھنٹی بجی، انہوں نے پردے کے ایک کنارے کو اٹھایا اور کہا کہ: "یہ تو جوان ہمارے یہاں اس وجہ سے آتا رہتا ہے تاکہ اسے معلوم ہو کہ ہمارے یہاں کون کون لوگ ملاقات کرنے آتے ہیں، وہ نے کو انہوں نے ظاہر کر دیا تھا۔"

انہوں نے کہا: "کہ آپ اپنی جگہ پر بیٹھے رہتے ہوئے نہیں جب تک یہ کہیں چلا نہ جائے، پھر سکتا ہے ہونے فرمایا۔ ہاں اس صورت میں آپ آزادی سے بات کر سکتے ہیں جب آپ کو دوبارہ یورپ واپس نہ جانا ہو۔ میں نے کہا: "اب اجازت دیجئے۔ میں چلا۔"